© rasailojaraid.com

مولانا عبدالستار حماد

قسط نمبر ۱۷

عصمتِ انبیاء علیہم السلام

پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جو انسان بمصداق " الفضل ما شهدت به الاعداء " پچیس برس تک ایسا پاکیزہ اخلاق رہا ہو جس پر آریہ کو بھی فخر ہو۔ یہ وہ عمر ہوتی ہے جبکہ جذبات میں تموج آ جاتا ہے۔ بھرپور جوانی ہوتی ہے۔ انسان اس عمر میں خواہشات وتلذذات کا مشتہی ہوتا ہے۔ لیکن اس عمر میں تو آپؐ پاکیزہ رہے۔ لیکن جب جذبات انحطاط پذیر ہوں (یعنی ۵۰ برس کی عمر میں) تو ایسا پاکیزہ انسان نفسانی جذبات سے مغلوب ہو جائے، اس کو بدحواسی نہیں تو رباطنی ہی کہہ سکتے ہیں۔

ملکِ عرب میں یہ عام رواج تھا کہ لاولد ہونے کی صورت میں کسی اور شخص کے لڑکے کو متبنّٰی بنا لیتے اور اس کو اپنے حقیقی بیٹے کی طرح سمجھتے۔ اس کا ثمرہ یہ ہوتا کہ متبنّٰی کی بیوی کو سگی بہو جانتے اور اس کی مطلقہ سے نکاح کرنا ناجائز سمجھتے۔ چونکہ یہ رسم قانونِ قدرت کے عین خلاف تھی، کیونکہ متبنّٰی میں ایسا تعلق نہیں ہوتا جو حقیقی بیٹے میں ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چونکہ دنیا میں رسوماتِ قبیحہ اور بدعاتِ شنیعہ کا قلع قمع کرنے کیلئے آئے تھے اس لئے اس رسم و رواج کو ختم کرنے کیلئے مشیت الٰہی نے واقعات کو بڑے عجیب وغریب انداز سے ترتیب دیا اور ایک انقلابی نتیجے پر پہنچایا۔ کیونکہ اس رسمِ قبیح کی اصلاح صرف تعلیم و وعظ سے نہیں ہو سکتی تھی بلکہ ایک مثالی نمونے کی بھی متقاضی تھی۔

وعظ و نصیحت تو ان الفاظ سے کی گئی:

" خدا نے تمہارے متبنّوں کو تمہارے بیٹے نہیں بنایا۔ یہ تمہاری زبانی باتیں ہیں۔ اور اللہ سچ فرماتا اور سیدھی راہ کی ہدایت کرتا ہے۔ انکو ان کے باپوں کے نام سے بلایا کرو، اللہ کے نزدیک یہی انصاف والی بات ہے۔ رہا یہ شبہ کہ ان کے باپوں کا تمہیں علم نہ ہو تو وہ اس صورت میں تمہارے دینی بھائی ہیں، ان کو بھائی کہا کرو " (الاحزاب ۵)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور عملی طور پر اس رسم کو ختم کرنے کے لئے محسنِ انسانیت کا انتخاب کیا گیا:

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زید بن حارثہؓ سے بہت محبت تھی۔ یہ ایک غلام تھے۔ لیکن اس محبت کی بنا پر لوگ انہیں زید بن محمدؐ کہا کرتے تھے۔ بعد میں آپؐ نے انکو آزاد کر کے ان کا نکاح اپنی پھوپھی زاد زینبؓ بنت جحش سے کر دیا۔ اگرچہ اس سلسلہ میں موانعات بہت پیش آئے تاہم معاملہ طے ہو گیا۔ مگر میاں بیوی میں سازگاری نہ ہو سکی۔ اب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس شکایات آنے لگیں لیکن معاملہ الجھتا ہی چلا گیا اور نوبت بہ این جا رسید کہ حضرت زیدؓ نے طلاق دینے کا ارادہ آپؐ کے سامنے ظاہر کر دیا۔ اس پر آپؐ کو بڑی کوفت ہوئی کہ ایسے نکاح کا شیرازہ بکھر رہا ہے جو معاشرہ میں ایک انقلابی مثال قائم کرنے کے لئے کیا گیا تھا نیز جس میں آپؐ کی تحریک اور مشورہ کو بڑا دخل تھا۔ لہٰذا اس کی تمام ذمہ داری بھی آپؐ ہی پر آپڑی تھی۔ آپؐ نے زیدؓ کو اس اقدام سے باز رکھنے کی کوشش کی مگر نفرت اور اختلاف کی یہ خلیج جو میاں بیوی کے درمیان حائل ہو چکی تھی، پاٹی نہ جا سکی اور مفارقت و مفاہمت کی یہ کشتی ناچاقی کے تھپیڑوں سے غرق ہو گئی ـــــ حضرت زیدؓ نے حضرت زینبؓ کو طلاق دے دی۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خواہش تو یہی تھی کہ ان دونوں کی بنی رہے اور حتی الامکان تعلقات قائم رہیں۔ مگر اللہ کو یہ منظور نہ تھا بلکہ ایک اور ہی بڑی مصلحت رب العالمین کی اس میں کارفرما تھی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اب خود حضرتِ زینبؓ سے نکاح کر کے متبنیٰ گری کے اس بت کو پاش پاش کریں جس کی رو سے کوئی شخص اپنے منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹے کی طرح سمجھتے ہوئے اس کی مطلقہ بیوی سے خود نکاح نہ کر سکتا تھا۔ تاکہ "لایکون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیاءھم اذا قضوا منھن وطرا۔ الآیۃ" کا قرآنی منشا اور حکمِ الٰہی پورا ہو ـــــ بس اتنی سی بات تھی جسے دشمنوں نے افسانہ بنا دیا۔

باقی رہی اس نکاح کے متعلق یہ بات کہ اللہ تعالیٰ نے پڑھا اور جبرائیلؑ گواہ تھے یا یہ متعارف انکحہ کی طرح ہوا تھا۔ تو اس کے متعلق عرض ہے کہ قرآنی آیت میں "زوجنکھا" کا لفظ قابلِ غور رہے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض مسلم مصنفین سے بھی اس کے متعلق سہو قلم ہو گیا ہے اور لکھ دیا ہے کہ آپؐ کا یہ نکاح زمین پر نہیں بلکہ آسمان پر ہوا تھا۔ حالانکہ آپؐ کا باقاعدہ نکاح ہوا اور ابو احمد زینبؓ کے بھائی ان کی طرف سے ولی بن کر شریکِ محفل ہوئے۔ تاریخ ابنِ ہشام کے مندرجہ ذیل الفاظ اس کی "علی رؤس الاشہاد" شہادت دیتے ہیں:

"تزوج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زینب بنت جحش وزوجہ ایاھا اخوھا ابو احمد بن جحش واصدقھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربع مائۃ درھم"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو اس صورت میں "زوجنا کہا" کے یہ معنی ہوں گے کہ "ہم نے تجھے نکاح کی اجازت دی" تاکہ متبنّٰی کے متعلق بدعتِ شنیعہ و رسمِ قبیحہ کا خاتمہ ہو۔

بعض روایات میں آیا ہے، حضرت بی بی زینب فخریہ طور پہ کہا کرتی تھیں کہ میرا نکاح آسمان پر ہوا ہے تو اس کے معنی بھی یہ ہیں کہ میرے نکاح کا چرچا آسمانوں میں ہوا اور قرآنی الفاظ سے نکاح کی اجازت میرے سوا اور کسی کو حاصل نہیں۔ چنانچہ اس نکاح کا ولیمہ وغیرہ رسومِ نکاح جو ادا کیں، ان کا ثبوت کثرت سے ملتا ہے۔

دشمنوں کے لئے یہ بات قابلِ گرفت تھی ہی لیکن افسوس ان سادہ مفسرین پر ہے جنہوں نے نہایت ذلیل انداز سے اس کو بیان کیا اور تسلیم کر لیا کہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام بی بی زینب کو اچانک دیکھ کر عاشق ہو گئے تھے۔ اس لئے دل میں اس خواہش کو چھپاتے تھے اور لوگوں پر ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے اور چاہتے تھے کہ کسی طرح ان کو اپنے لئے حاصل کر لیں۔ تفو بر تو اے چرخِ گرداں تفو!

لیکن تفسیر خازن میں ان تمام مخترعہ روایات کی جڑ کاٹ کر رکھ دی گئی ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:

"هذا اقدام عظيم من قائله وقلة معرفته بحق النبي صلعم وبفضله وكيف يقال رآها فاعجبته وهي بنت عمته ولم يرها منذ ولدت ولا كان النساء يحتجبن منه صلى الله عليه وسلم وهو زوّجها لزيد فلا يشك في تنزيه النبي صلى الله عليه وسلم ان يأمر زيداً بامساكها وهو يحب تطليقه اياها كما ذكر عن جماعة المفسرين" (تفسیر خازن ج ۳، ص ۴۶۸)

"ایسا کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زینبؓ کو دیکھ کر مغلوب المحبت ہو گئے۔ اس کے قائل کی طرف سے اس کی عموم معرفت کی بنا پر نبوت پر سخت حملہ ہے۔ یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ آپؐ نے ان کو دیکھا اور وہ ان کو پسند آگئیں حالانکہ وہ حضور علیہ السلام کی پھوپھی زاد تھیں بچپن سے آپؐ انکو دیکھتے رہے کیونکہ عورتیں آپؐ سے پردہ نہیں کرتی تھیں (پردہ کا حکم زینبؓ کے ولیمہ کے بعد ہوا) حضورؐ نے خود ان کا نکاح زیدؓ سے کیا تھا۔ پس ایسا بیہودہ الزام کہ وہ زید کو زینبؓ کے رکھنے کا حکم دیتے تھے اور دل میں ان کی طلاق چاہتے تھے، آنحضرت صلعم کی بریت میں کافی نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ بعض مفسرین سے منقول ہے۔ لہٰذا یہ خیال ہی سرے سے باطل ہے"

قطع نظر اس سے کہ یہ افسانہ کس درجہ منصبِ نبوت کی توہین کا باعث ہے، آپ یہ غور فرمائیے کہ عقلاً یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ شخص جو بے داغ جوانی کو لئے ہوئے ہمہ وقت مشغول رکھنے والی جدّوجہد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں ساری عمر منہمک رہا اور جیسے آرام وسکون کا سانس لینا نصیب نہ ہوا، اس کا کردار عین پختگی کے موقع پر پہنچ کر بس یہی کچھ رہ گیا تھا کہ اس کا دل اس کی آنکھوں پر دھرا ہو، کیا یہ الزام اس مجموعی کردار پر کھپ سکتا ہے؟ پھر جب کہ حضرت زینبؓ آپؐ کی پھوپھی زاد تھیں اور بچپن ہی سے آپؐ کے ساتھ کھیلیں اور جوان ہوئیں، آپؐ نے بارہا ان کو دیکھا ہوگا، آپؐ نے خاندانی روایات کو توڑ کر خود ہی ان کو زیدؓ کے نکاح میں دیا تھا۔ اور جب آپؐ نے سنا کہ ان میں باہم ناچاقی ہے تو نہایت دلسوزی سے ان کو ایسے اقدامات سے روکا تھا جو طلاق پر منتج ہوں۔ حالات کی یہ ترتیب کیا اس افسانہ کیلئے واقعی کوئی بنیاد فراہم کرتی ہے؟ اسی چیز کو مدینہ کے یہود و منافقین نے مخالفانہ محاذ پر بم بنانے میں بطور مسالہ استعمال کیا تھا، اب اسی کو مستشرقین اور مہاشے اسلام کے خلاف استعمال کر رہے ہیں ـــــ اگر آپؐ چاہتے تو ابتدا ہی سے ایسا کر لیتے جو حضرت زینبؓ کے لئے فخر و مباہات کا باعث بنتا اور وہ اس کو ضرور منظور کر لیتیں۔ آپؐ کے سامنے کیا سدِ سکندری حائل تھی؟ ـــــ بات وہی ہے جو ہم نے ذکر کر دی ـــــ!

اعتراض:

علامہ ابن حزم اپنی مایۂ ناز تصنیف الملل والنحل ج ۴ ص میں فرماتے ہیں کہ بہت سے معترضین ہم پر اعتراضات کی بوچھاڑ کر دیتے ہیں کہ تم "اہلیانِ مسجد" کہا کرتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو کوئی بات اپنی طرف سے کہی اور نہ ہی کوئی فیصلہ اپنی طرف سے فرمایا۔ اور تم اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کیلئے مندرجہ ذیل آیات پیش کرتے ہو:

۱۔ "ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ"

یعنی جناب پیغمبر علیہ السلام اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے مگر وہی جو ان کی طرف وحی کی جاتی ہے۔

۲۔ "فلا وربك لا یؤمنون حتیٰ یحکموك فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما"

یعنی تیرے پروردگار کی قسم کہ یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے مابین مشاجرات کیلئے تجھے حکم تسلیم نہ کر لیں اور پھر تیرے فیصلے پر اپنے دل میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہ کریں بلکہ اس کو بخوشی تسلیم کر لیں۔

۳۔ "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الآخر وذکر اللہ کثیرا"

تمہارے لئے رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات بہترین نمونۂ حیات ہے۔ اور ہر اس شخص کیلئے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان وایقان رکھتا ہے اور اللہ کو بکثرت یاد کرتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

م - (حدیث) "انی اتقاکم للہ واعلمکم بما اتقی"،

یعنی میں تمہاری نسبت خدا سے زیادہ ڈرتا ہوں اور تم لوگوں سے اس بات کو کہیں زیادہ جانتا ہوں کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے اور کیا نہ کرنا چاہیئے۔

ان آیات وحدیث کی روشنی میں تمہارے اس دعویٰ کی بنیاد پر کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو کچھ کرتے یا کہتے تھے، خدا کے حکم سے کرتے اور کہتے تھے اور اللہ آپ کے ہر کردار و گفتار پہ راضی تھا۔ ہمارا یہ اعتراض ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فعل بھی ہے کہ بسا اوقات چار رکعتی نماز میں دو رکعت یا تین رکعت پر سلام پھیر دیا اور کبھی ایسا بھی ہوا کہ دو رکعت کے بعد قیام کر لیا اور ایسا بھی ہوا کہ ظہر کی نماز کی پانچ رکعتیں ادا فرمائیں۔ پھر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ بہت سے حقوق و اموال کے مقدمات میرے سامنے پیش ہوتے ہیں۔ لیکن بعض لوگ اپنے دعویٰ کو چرب زبانی اور قوتِ گویائی کی بنا پر بڑے زوردار طریقے سے ثابت کر دیتے ہیں حالانکہ وہ جھوٹے ہوتے ہیں اور فریقِ ثانی قدرتِ لسانی نہ ہونے کے باعث اپنے حق کو ثابت نہیں کر سکتا۔ اس لئے ظاہری حالات کی بنا پر اگر میں کسی ایسے مقدمہ میں کسی آدمی کو دوسرے کا حق دلا دوں اور پانے والا جانتا ہے کہ فی الحقیقت یہ حق میرا نہیں بلکہ میرے فریقِ مخالف کا ہے اور اسے میں نے محض خوش گفتاری اور زور بیانی کی بنیاد پر جیت لیا ہے تو اسے وہ مال لینے سے باز رہنا چاہیئے۔ اگر وہ حقیقتِ حال سے واقف ہو کر اس حق کو لینے سے باز نہ رہا تو گویا اپنے لئے دوزخ کا ٹکڑا مہیا کر رہا ہے۔

اب ان حالات میں یہ بتایا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے یہ افعال بھی خدا کی وحی سے ہوئے ہونگے؟ پھر اس سے آگے اس روایت کی بنیاد پر جس میں آپ نے ظاہری حالات کی بنا پر فیصلہ کی خبر دی اور اس میں بھی غلطی کا احتمال بتایا ہے، محکوم علیہ اور محکوم لہٗ پر کیا فرض عائد ہوتا ہے؟ آیا یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ آپ کے اس فرمان کو جسے وہ خلافِ حقیقت سمجھ رہے ہیں نہ تسلیم کریں یا اس خلافِ واقعہ فیصلہ کو خدا کی وحی تسلیم کر کے اسے مان لینے کا فرض عائد ہوتا ہے؟

الجواب:

امام ابنِ حزم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ہمارا یہ دعویٰ اپنی جگہ بالکل درست اور مسلم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام افعال و اقوال خدا کی وحی سے صادر ہوتے تھے کیونکہ خدا کے حکم کے مطابق ہی انجامِ نماز کے بعد سلام پھیرنے اور شک و ریب اور عدمِ جزم کی صورت میں نماز پوری کرنے کا طریقہ بھی اسلام نے متعین فرمایا ہے۔

جس شخص کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ اس نے بلا شبہ اپنی نماز پوری کر لی ہے۔ اس پر سلام پھیرنا لازمی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور اگر سلام پھیرنے کے بعد اسے کسی طرح معلوم ہوا کہ اس کی نماز میں کوئی کمی رہ گئی ہے تو اس کے اتمام کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔ اور سجدہ سہو کر لینا چاہیئے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر کوئی انسان سرکشی کرتا ہے اور نماز پوری ہو جانے کے یقین کے بعد بھی اسے بڑھا دیتا ہے اور چار کی بجائے پانچ یا چھ رکعت پڑھ لیتا ہے تو یقیناً اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور اسے فاسق اور عاصی کہا جائیگا۔ بالکل اسی طرح اگر کسی کو اس بات کا یقین ہو کہ اس نے ایک ہی رکعت پڑھی ہے اور اس کی نماز ابھی پوری نہیں ہوئی تو اس کیلئے حکم یہ ہے کہ وہ نماز کو اس حد تک بڑھائے کہ اس کا شک زائل ہو کر یقین میں بدل جائے کہ اب میری نماز مکمل ہو گئی ہے تاہم اگر کوئی شبہ باقی ہو کہ شاید کوئی کمی رہ گئی ہو تو اس ازالہ شبہ کیلئے اسے سجدہ سہو کا حکم دیا گیا۔

لیکن اگر نمازی مذاق کے طور پر ایک ہی رکعت پر قصداً بیٹھ گیا یا ابھی اس کی نماز مکمل نہیں ہوئی اور اسے اس کی عدم تکمیل کا یقین بھی ہے تو اس کی پوری نماز باطل ہو گئی اور اس پر معصیت اور فسق کا اطلاق کیا جا سکتا ہے۔ دونوں صورتوں میں (یعنی جان بوجھ کر نماز زیادہ کرنا یا کم کرنا) اس کو عاصی اور فاسق اس لئے کہا جائیگا کہ اس نے اللہ کے حکم کی نافرمانی عمداً کی ہے اور جہاں خداوند کریم نے نماز کے ختم کر دینے کا حکم دیا تھا، اس نے نماز ختم نہیں کی، ٹھیک یہی حال قضا اور فیصلہ کا بھی ہے۔ یعنی خدا کا حکم ہے کہ اگر تمہارے سامنے ایسے عادل گواہ پیش ہوں جن کی عدالت میں تمہیں پورا وثوق ہو تو ان کی گواہی پر تم مقدمہ کا فیصلہ دے دو۔ یا اگر مدعی یا مدعا علیہ گواہ نہیں پیش کر سکتا تو مدعا علیہ سے اقرار اور قسم لے کر اس پر فیصلہ کر دو۔ اب یہاں باطن کے حال کا علم کس کو ہوگا کہ گواہ اندر سے جھوٹ تو نہیں بول رہا ہے۔ مدعا علیہ نے جو قسم کھائی اور اقرار کیا ہے وہ صداقت پر مبنی ہے یا جھوٹ پر؟

اگر ان معاملات کو باطن کی صداقت کے لئے چھوڑ دیا جائے تو بہت سے خون ایسے ہیں جنہیں ظاہری شہادت پر حلال سمجھ کر بہا دیا جاتا ہے۔ لیکن اندرونی حالات کے علم پر ان کا بہانا کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا۔ ظاہری شہادت کا یہی حال اموال میں بھی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر کسی قاضی یا حاکم کے پاس کوئی شخص ایسی شہادت لاتا ہے جو قاضی کے دیکھنے میں بالکل معتبر اور قابلِ وثوق ہے اور اس شہادت کے باوجود بھی وہ اس پر فیصلہ نہیں دیتا اور ایسے مدعا علیہ کی قسم پر فیصلہ دے دیتا ہے جس کے پاس کوئی گواہ نہیں تو ایسی صورت میں بلا اختلاف وہ قاضی فاسق اور عاصی ہوگا۔ اس لئے کہ وہ حکمِ خداوندی کے مخالف چلتا ہے۔ اگرچہ وہ اپنے فیصلہ میں حق و صداقت ہی کو کیوں نہ پا جائے۔ اس لئے کہ اس سے ایسا فیصلہ اگرچہ حق کے مطابق ہو گیا ہے مگر وہ علم اور واقفیت پر مبنی نہیں بلکہ جہالت کا فیصلہ ہے۔

پس جو قاضی خدا کے حکم کے مطابق فیصلہ کرتا ہے اس کے فیصلے کے بعد محکوم علیہ اور محکوم لہٗ کا فرض

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے کہ دونوں اس کے فیصلے سے راضی ہو جائیں۔ اگرچہ وہ اپنے باطنی علم کے مطابق حق کے لینے اور دینے کے متعلق کوئی بصیرت ہی کیوں نہ رکھتے ہوں۔

اس بحث سے یہ بات صاف ہو گئی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو فیصلے فرمائے یا آپؐ سے جو نماز میں کمی بیشی ہوئی وہ خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق تھی اور "سہو" کا اس میں کوئی دخل نہ تھا۔ سہو ہو جانا تقاضائے بشریت ہے جو خدا کے ہاں قابلِ گرفت نہیں۔ اور خلافِ وحی کوئی کام کرنا یا فرمانِ خداوندی میں اہوائے نفسانی سے کام لیکر دخل دینا معصیت میں داخل ہے جس کا صدور آپؐ کی ذات سے محال اور ناممکن ہے۔ اسی لئے فرمایا: "وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحیٰ" ——— وہٰذا ہو المقصود، والحمد للہ علیٰ ذالک!

(جاری ہے)

اطلاع ضروری

● بہت سے احباب کی مدت خریداری اس شمارے کے بعد ختم ہو جائے گی بطورِ اطلاع ان کے نام آنے والے پرچے پر "آپ کا چندہ ختم ہے" کی مہر لگا دی گئی ہے۔ اپنا پرچہ چیک کر لیں اور نوٹ فرمالیں کہ اس اطلاع کے بعد، پندرہ دن کے اندر اندر، آئندہ خریداری جاری رکھنے کی صورت میں سالانہ زرِ تعاون بذریعہ منی آرڈر روانہ فرمادیں یا اگلے ماہ (جون کا شمارہ) بذریعہ وی پی پی وصول کرنے کے لئے تیار رہیں ——— اور (خدانخواستہ) آئندہ خریداری جاری نہ رکھنے کی صورت میں دفتر کو اطلاع دیں کہ وی پی پی روانہ نہ کیا جائے۔ ورنہ بعد میں کوئی معذرت قابلِ قبول نہ ہوگی۔ یاد رکھئے

وی۔پی۔پی واپس کرنا اخلاقی جرم ہے

● بعض اوقات تازہ پرچہ محفوظ رکھنے کی خاطر وی پی پیکٹ میں پرانا پرچہ ارسال کر دیا جاتا ہے، اور وی پی پی وصول ہونے کے فوراً بعد تازہ پرچہ عام ڈاک سے روانہ کر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا اسے کسی بددیانتی پر محمول نہ کیا جائے۔ والسلام!

(منیجر)

"نورانی نماز" مرتبہ حکیم محمد صادق صاحب سیالکوٹی، ایک روپیہ کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر ذیل کے پتہ سے منگوائی جا سکتی ہے: **کتب خانہ وہابیہ**

۳۰۔ النور مارکیٹ اردو بازار۔ گوجرانوالہ!

© rasailojaraid.com